ھُو الشکور

۷۸۶
۹۲

ملقب بہ لقب تاریخی

ضیاء الشکور

۱۳۶۹ھ

از

افادات عالیہ

امام الطریقت ۔ گنج اسرار رموز طریقت

مولینا حضرت شاہ غلام محمد المخاطب بخطاب غیبی جلوہ نماء اولیاءؒ

قادری ابو العلائی چشتی شکوری

۴۳ F/۷ سیٹلائٹ ٹاؤن سید پوری روڈ ۔ راولپنڈی

ناشرین :۔ قاضی سنز ۔ جان محمد روڈ ۔ انارکلی ۔ لاہور

تعداد	ایک ہزار	۱۰۰۰
ناشر	قاضی محمد اسماعیل	
مطبع	لاہور آرٹ پریس لاہور	
کاتب	ناچیز محمد اعظم	
سنہ	۱۹۷۱ء	
ہدیہ	آٹھ آنے (۵۰ پیسے)	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

مقصدِ حیات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الصَّمَدِ الرَّؤُفِ الْغَفُوْرِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ وَرَسُوْلِهٖ وَعَبْدِهِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی الشَّکُوْرِ الَّذِیْ کَانَ رَؤُفًا عَلٰی عِبَادِهٖ وَشَکُوْرًا فِیْ عِبَادَتِهٖ وَرِضَاءً فِیْ مَحَاسِنِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمُخْتَارِ فِی الدُّهُوْرِ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمُ الْهِدَایَةِ الشَّرِیْعَةِ وَالطَّرِیْقَةِ فِی الْاَزْمِنَةِ وَالشُّهُوْرِ۔

اللہ جل جلالہٗ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے اپنے فضل خاص سے اپنے عباد الشکور میں شمار کیا ہے اور اپنے شکر گذار بندوں کی تعریف میں وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ فرماکر اپنے قرب خاص سے نوازا۔ اس نے ہمیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کے لئے اس دنیائے فانی میں درس بقا کی تحصیل و تعلیم اور تبلیغ و ترویج پر مامور فرمایا۔ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمایا اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (پارہ ۱۸ سورہ مومنون) کیا تم نے یہ خیال اپنے دل میں جما لیا ہے کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کر دیا ہے اور تم ہماری طرف واپس نہ آؤ گے؟

یہ ایک سوال ہے جو انسان کو اس کی پوری زندگی اور حیات اخروی کی تعلیم اور تحصیل کو واضح کر رہا ہے۔

عزیزانِ گرامی۔ آپ اس پر غور کریں کہ رب العزت جلّ مجدہٗ نے کیوں یہ خلقت، یہ لباس، یہ انسانیت عطا فرمائی؟

تھوڑے سے غور و فکر، نظر و تامل سے واضح ہو جائے گا کہ ہماری تخلیق کی غرض و غایت کیا ہے؟ ہم سب کو ایک اور صرف ایک کام کے لئے یہ سفر کی صعوبتیں، یہ مشقتیں یہ تکالیف، یہ زندگی کی تلخیاں برداشت کرتے ہوئے اس فانی دنیا میں بھیجا۔

وہ صرف اور صرف معرفت الٰہی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سورہ ذاریات) ہم نے انسان و جنات کو صرف معرفت کے لئے پیدا کیا۔ حضرت امام المفسرین سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لِیَعْبُدُوْنِ بمعنی لِیَعْرِفُوْنِ ہے۔ یعنی حضرت حق سبحانہٗ کا پہچاننا ہے اور اسی کی موید حدیث قدسی کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ہے۔ (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ میں نے خلقت کو تخلیق کیا تاکہ وہ مجھے پہچان لیں)

رازِ محبت

چونکہ محبت کی تکمیل بغیر جدائی کے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس عالم ناسوت میں منشائے ایزدی کے پورا کرنے کی خاطر مقام قرب سے یہاں بھیجا گیا کیونکہ وصل و عشق کی قدر و منزلت بغیر ہجر و فراق معلوم نہیں ہوا کرتی۔

دونوں جہاں کا کاروبار جذبہ محبت پر موقوف ہے۔ محبت سے کوئی بھی صحیح المزاج

شخص خالی نہیں ہے، ہر ایک کا دل کسی نہ کسی چیز کی محبت میں ضرور مبتلا ہے کیونکہ۔ اَلْاِنْسَانُ لَابُدَّ لَہٗ مِنْ مَحْبُوْبٍ انسان کے لئے محبوب کا ہونا لازمی ہے کوئی نہ کوئی اس کا ضرور محبوب ہوتا ہے جیسا کہ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (سورہ آل عمران) عام لوگوں کے لئے خوشنما کردی گئی ہے مرغوبات کی محبت (خواہ) عورتوں سے یا بیٹوں سے یا ڈھیر لگے ہوئے سونے اور چاندی سے یا نشان پڑے ہوئے گھوڑوں سے یا مویشیوں سے یا زراعت سے۔ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ سب دنیوی زندگی کے سامان ہیں۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ اور حسن انجام تو اللہ ہی کے پاس ہے

الغرض اس دار فانی کی چیزوں سے بے رغبتی دلائی ہے۔ متعدد آیات واحادیث میں ہم کو بار بار متنبہ کیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ۔ جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

ارشاد رسالت ہے۔ حُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ وَتَرْكُ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ دنیا کی محبت ہر برائی کی اصل ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہر عبادت کی جڑ ہے۔

اور فرمایا۔ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَجَنَّةُ الْكَافِرِيْنَ۔ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے مقام عیش ہے۔

نیز اَلدُّنْیَا سَمٌّ قَاتِلٌ لَا دَوَاءَ لَهٗ دنیا زہر قاتل ہے جس کا تریاق نہیں
اور تنبیہ فرمائی اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَّطَالِبُهَا كِلَابٌ ۔ دنیا مردار ہے اور اس
کے طلب گار کتے ہیں۔ یوں بھی فرمایا اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ
حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الدُّنْیَا وَهُمَا حَرَامَانِ عَلٰی اَهْلِ اللّٰهِ دنیا آخرت کے
طالبین پر حرام اور آخرت دنیا کے بندوں پر حرام اور یہ دونوں اللہ والوں پر حرام ہیں
جو کوئی چاہے کہ مجھے آخرت اور اس کی لذت اور درجات حاصل ہوں اسے دنیا
ترک کر دینی چاہیئے اور اس کی خواہش سے نفرت اور بے رغبتی کرنی چاہیئے اور جو کوئی
خدا اور اس کی رضا حاصل کرنا چاہے اسے یعنی آخرت سے رغبت جو خواہشات نفس
کی بنا پر ہو ترک کر دینی لازم ہیں۔
احسن امر یہ ہے کہ دنیا کو آخرت کی خاطر چھوڑ دے اور آخرت کو رب کیلئے ترک کر دے
سچی بات تو یہ ہے طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَطَالِبُ الْاٰخِرَةِ مُؤَنَّثٌ
وَطَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَكَّرٌ دنیا کا طالب خنثیٰ کی مانند ہے اور آخرت کا
طالب عورت (مونث) اور رب کا طالب مرد کامل قرار دیا گیا ہے...... اس
لئے کہ اول الذکر دو چیزیں (دنیا و آخرت) مخلوق ہیں۔ ہر مخلوق فانی ہے اور
آخر الذکر اس کی ذات پاک سے محبت ہے اور یہ غیر فانی و باقی ہے، ہمیشہ رہنے
والی باقی کو چھوڑ کر فانی شئے پر مبتلا ہونا پست ہمتی ہے۔

حاصل دنیا ہمیں دردسر است
ہر کہ غافل شد ازیں گاؤ خر است

ترک دنیا کن کہ تا دینت بود
آں بدہ آں دوست تا اینت بود

ترک دنیا کن کہ تا سلطاں شوی
ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی
ترک دنیا ہست سنت مصطفےٰ
عاشقاں کردند ایں سنت ادا

کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ اس لیے جس قدر کوئی دنیا میں مشغول ہوگا اسی قدر حق تعالیٰ سے دور ہوگا۔

حقیقتِ دُنیا

دنیا کیا ہے؟
تمام برائیوں اور بدیوں کو ایک مکان میں جمع کر کے اس کی چابی کو دنیوی محبت بتایا ہے اور تمام نیکیاں ایک مکان میں اکٹھی کر کے اس کی کنجی کو ترکِ دنیا قرار دیا ہے۔

مردانِ حق

اب ہر آدمی اپنے حال پر غور کرے اور بموجب حدیث اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ (ترمذی) اپنے "مفتی دل" سے فتویٰ لے اور اپنے مقدمہ کا خود ہی منصف ہو کر فیصلہ کرے کہ وہ کس گروہ میں شامل ہے۔ مردانِ حق کے بارے میں ارشاد حق یوں وارد ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ مردان خدا وہ ہیں جنہیں دنیوی مشاغل یادِ خدا سے غافل نہیں کرتے۔ مولانا معنوی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں ؂

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دیگر ارشاد گرامی حق جل اسمہٗ ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ جو ایماندار ہیں انہیں سب سے بڑھ کر محبت خدا تعالیٰ سے ہوتی ہے۔

ثمرۂ محبتِ رسالتؐ

یہ ظاہر ہے کہ محبت جو فرض عین ہے جب تک کماحقہٗ اطاعت و فرمانبرداری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ پائی جائے ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کے بغیر ہر عبادت بے کار۔ ہر طلب عبث اور ہر کام ناکارہ ہے کیونکہ بغیر خلوص کے شرفِ قبول پانا ناممکن ہے۔ محبت اور اطاعت اگرچہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں مگر اپنے حدود و عمل کے لحاظ سے مختلف بھی ہیں۔ کیونکہ محبت کے بغیر کسی کے حکم کی تعمیل نہیں کی جا سکتی۔ گو خوف بھی کسی حکم کی تعمیل کا سبب بن جاتا ہے مگر وہ ناقص ہے۔

انسان محبت ہی کے طفیل اپنی موہوم ہستی کو بمصداق مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ فنا کر کے حیاتِ ابدی حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ سرورِ روح و جان۔ سرورِ انس و جانّ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّۃَ لَہٗ جس دل میں میری محبت نہیں وہ ایمان دار نہیں۔

اخلاص

اخلاص دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے الفت سے یا عظمت سے۔ لیکن مرتبہ الفت مرتبہ عظمت سے مقدم ہے۔ مرتبہ الفت کو حاصل کئے بغیر مرتبہ عظمت تک رسائی ناممکن ہے اور عظمت کے بغیر اخلاص پیدا نہیں ہو سکتا۔

اعمالِ قلب و اعمالِ جوارح

اعمالِ جوارح جن کا اسلام سے تعلق و واسطہ ہے بلا محبت ہو سکتے ہیں۔ مگر اعمالِ قلب جن پر ایمان کا مدار ہے بغیر محبت ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ محبت کا علاقہ قلب سے ہے جوارح سے نہیں اور ایمان کی تکمیل اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک محبت صادق نہ ہو۔

حقیقتِ محبّت

حقیقت میں محبت ایک جذبہ قلبی ہے جو محب کے دل میں محبوب کے خیال اور اس کی یاد سے پیدا ہوتا ہے اور یہی جذبہ وصلِ محبوب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ارشادِ رسالتؐ ہے۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (مشکوۃ شریف) اگر تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو ایسے کہ جیسے تو اُسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یقین کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔

الفت کی علامت۔ وجد۔ سکر۔ اور حال ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ذاتِ پاک کی محبت و عشق جو ہمارے وہم و گمان۔ خیال و قیاس سے بھی بالاتر ہے اور انسانی عقل سے وراء الوراء ہے کیسے پیدا ہو سکے۔ ذہن اللہ تعالیٰ کے ادراک سے قاصر ہے۔ اس کا اپنا ارشاد ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" اس جیسا کوئی نہیں اور وہی فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اُسے نگاہیں ادراک نہیں کر سکتیں اور جس کے بارے میں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرمائیں۔

وَمَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ ہم تجھے تیری معرفت کے لائق نہ پہچان سکے۔ ؎

اوبرون از وہم و قال وقیل من
خاک بر فرق کمن و تمثیل من

تو پھر اس سے کیونکر محبت ہو سکتی ہے۔ فطرت انسانی یہ ہے کہ نادیدہ چیز سے محبت ہو ہی نہیں سکتی۔

اس مسئلہ کو حضرت حق جل مجدہٗ نے یوں خود ہی حل فرما دیا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم) آپ فرما دیجئے اگر اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو، اللہ تمہارا محب بن جائے گا۔

چونکہ اس آیت میں ماقبل ومابعد محبت کا بیان ہے لہٰذا فَاتَّبِعُوْنِيْ کی تفسیر بھی مفسران حقیقت کے نزدیک محبت ہی ہے جس کی موید حدیث بخاری ہے، مہبط انوار محبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لسان وحی سے ارشاد فرماتے ہیں۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین واولاد اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور یہی بات مَنْ اَحَبَّ اللّٰهَ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ۔ جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے خدا کو محبوب بنا لیا اور جس نے خدا سے محبت کی اس نے مجھے محبوب بنا لیا اور حدیث كُنْتُ كَنْزًا سے بخوبی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی پہچان منظور تھی جس کے لئے اس نے

حقیقت محمدی یعنی آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِہٖ۔ بلاشبہ اللہ جل مجدہٗ واسمہٗ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مقدس کو سب چیزوں سے پہلے پیدا کیا۔ نیز اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی سے ہوں اور ساری کائنات میرے نور سے پس جاننا چاہیئے کہ اللہ اور بندوں کے درمیان پہچان کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ حضرت سرور کائنات رسالت مآب محمد رسول اللہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات تک رسائی ہے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست (اقبالؒ)

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰءَ الْحَقَّ۔ جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے حق کو دیکھا

کما قال الرومی رحمۃ اللہ علیہ۔

مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ دید است
دیدن او دیدنِ خالق شدہ است

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد معرفت ختم ہو جاتی ہے۔ حدیث قدسی میں یوں ارشاد فرمایا۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْکَوْنَیْنِ اگر تم نہ ہوتے تو میں بلاشبہ کونین یعنی دونوں جہان کو پیدا نہ فرماتا۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (طبرانی) اگر تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا بلکہ لَوْلَاکَ لَمَا

اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّۃَ ۔ (خصائص الکبریٰ) اگر تم نہ ہوتے تو بیشک اپنی ربوبیت کا اظہار نہ فرماتا ۔ وَمَا ظَهَرْتُ کَظُهُوْرِیْ فِی الْاِنْسَانِ خلعت و لباس انسانی میں جس طرح میرا ظہور ہوا ایسا ظہور کسی چیز میں نہیں ۔

یہ سب حقیقت محمدیہ کا بیان ہے اس کی تائید میں حضرات اولیائے کرام شناوران بحر توحید و غواصان دریائے تفرید اور سلف صالحین کے اقوال بے حد و بے شمار ہیں ۔ چنانچہ دور حاضر کے مایہ ناز فرزند اسلام فلاسفر عاشق رسول جناب اقبال علیہ الرحمۃ کا مبارک ارشاد پر گذر چکا اور اس مرد مجاہد نے سچ فرمایا ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

آپ کی ذات پاک رب الارواح اور روح الارواح ہے اور تمام کائنات ظل و تابع ۔ اس لئے آپ کی روح مبارک سب سے پہلے پیدا ہوئی جیسے خود زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا ۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ ۔ (حلیہ و کنز العمال) اور نیز فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (امام حسن عسکری ۔ خصائص الکبریٰ ۔ شفا قاضی عیاض) نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ (بخاری) باقی تمام روحیں آپ کی روح مبارک سے مستنیر و مستفید ہیں ۔ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ :-

"خداوند تعالیٰ کو میں نے پالیا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ تک نہ پہنچ سکا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوجانا اور بات ہے مگر خیمہ تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ جیسے بادشاہ اپنی رعیت کو دیکھنے کے واسطے دورہ پر نکلے تو ہر شخص بادشاہ کی زیارت کر سکتا ہے مگر اتنی مجال کسی کی نہیں کہ بادشاہ کے تخت پر جا بیٹھے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیمہ سے حقیقت محمدیہ ہے۔ جس کا نام تعین اول ہے۔ یہاں کسی ولی اللہ یا امتی کا تو کیا ذکر ہے۔ انبیاء مرسلین کا بھی اس جگہ گزر نہیں سوائے ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا سب سے اعلیٰ مقام یہی ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا پانا اور اس کی ذات کا واصل ہونا اس کی حقیقت یوں ہے کہ بالائے عرش عالم امر میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں انسان کی ایک حقیقت موجود ہے۔ اور ہر شخص کو اپنے اپنے درجہ اور استعداد کے موافق اسی حقیقت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت حاصل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تو ہر ولی اپنی اپنی حقیقت اور معیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے واصل ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بعض کو اس طریقہ سے بھی ہوجاتی ہے کوئی شخص درود شریف کثرت سے پڑھے تو درود شریف کا نور ہی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی شکل میں نظر آجاتا ہے اور بعضوں کو اپنے قرب و مرتبہ کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اس عنصری بدن مبارک کے ساتھ ہوجاتی ہے جو تمام اسماء صفات کا مظہر اور تمام مقامات اور کمالات کا جامع ہے اور یہ زیارت خاص لوگوں کو ہی ہوتی ہے۔ باقی رہا اس مقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونا جو اللہ تعالیٰ کے

قرب میں ہے اور جس کا نام حقیقت محمدیہ ہے۔ وہاں سے صرف فیض آتا ہے
ماخوذ از خیالات العشاق مصنفہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری چشتی
رحمۃ اللہ علیہ۔

"افسوس افسوس! اے میری جان جو ذات میں گم ہوا وہ صفات میں
ظاہر ہوا اور جب صفات میں ظاہر ہوا پس عالم ظہور میں بر وجود میں ظاہر ہوا
اس واسطے کہ جب وہ درمیان سے جاتا رہا تو وہ درمیان آگیا پس جو کچھ ہے
وہی ہے اور حضرت رسالت پناہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت
بھی اسی مقام پر ہے اور اس خاص مقام پر کوئی نہیں پہنچا مگر وہ (محمد صلی اللہ علیہ
وسلم) اس واسطے کہ وہ اصل ہے یا اس کے بعض پیرو لیکن ہزاروں میں ایک
ہی ہو گا جس نے حضرت کے خیمہ کی رسی کو بھی دیکھا ہو۔ بعض لا الٰہ کی وادی میں
دوڑتے رہے اور بعض الا اللہ کے دائرے میں پہنچ گئے لیکن بعض وہ
ہیں جو محمد رسول کی حقیقت کو پہنچے ہیں اور بعض رسول اللہ کی حقیقت کو
نہیں پہنچے مگر محمد رسول اللہ کہ مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَیَ الْحَق اسی مقام پر
مسلم ہے۔"

نائبین رسالت

ذاتِ حق تعالےٰ نے اپنے مقام خاص سے تنزل فرمایا ہے۔ جسے
تعین اول کہتے ہیں، اس کی حقیقت وکنہ ہماری عقل وفکر سے باہر ہے۔
چنانچہ تاجدار جہان، مالکِ انس وجان حضور مکرم روحی فداہ کا ارشاد ہے۔

يَا اَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْرِفْنِيْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّيْ (طبرانی)

(اے ابوبکر میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کوئی نہیں جانتا)

اس کا موید ہے۔ نیز اولیاء متقدمین سے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "خیالات العشاق" میں رقمطراز ہیں:

اسی طرح یہ سلسلہ نائبین حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام روحی فداہم تک چلا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت و حکمت سے یہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی اس سے محبت کرنا چاہے اور اس کے عشق کا دم بھرنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اس کے پیارے سلطان المحبوبین و مقربین اور اس کے پیاروں سے محبت و عشق پیدا کرے۔ اس لئے کہ حضور پرنور علیہ التحیۃ والثناء کے نور مقدس کا پرتو خاصان خدا پر بہ نسبت عام انسانوں کے بدرجہا زیادہ منور اور روشن پایا جاتا ہے۔ جیساکہ خود سرکار علیہ افضل الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ" میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں۔

مظہر اتم

بمقتضائے خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (مشکوٰۃ شریف)
انسان کامل ہی اکرم و اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے نہ طالب دنیا۔ اس لئے کہ انسانی وجود اللہ تعالیٰ کا آئینہ جمال نما اور تمام صفات الٰہیہ کا مظہر تام ہے ؎

کیف ہذا الظل نفس اولیاء است
کو دلیل نورِ خورشید خدا است
سایۂ یزداں بود بندۂ خدا
مردہ ایں عالم زندہ خدا

عقل کل و نفس کل مرد خداست

عرش و کرسی رامدان کز وے جداست

مظہر حق است ذاتِ پاک او

زو بجو حق را ز دیگر کس مجو

جیسا کہ ذیل کی احادیث پاک سے پتہ چلتا ہے۔

۱- اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الرَّحْمٰن مومن آئینہ رحمٰن ہے۔

۲- اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ - انسان کامل میرا بھیدی ہے۔ اور میں اس کا بھیدی ہوں۔

۳- اَلنَّظْرُ اِلٰی وُجُوْھِھِمْ عِبَادَۃٌ (شفا) ان کے چہروں کو دیکھنا عبادت ہے۔

۴- عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (کنزالاعمال) میری اُمت کے علماء مثل انبیائے بنی اسرائیل کے ہیں۔

۵- رُؤْیَۃُ الْعَالِمِ رُؤْیَتِیْ وَکَلَامُ الْعَالِمِ کَلَامِیْ۔ عالم کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے۔ اور عالم کی باتیں میرا کلام ہے۔ (معجم کبیر) ؎

ان ہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

ان ہی کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی!

۶- اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (ترمذی)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

وارثِ انبیاء

یہ وراثت کیا ہے؟ معرفت ذات و صفات حق۔ کیونکہ اسی دولت معرفت کی وجہ سے تمام مخلوقات سے افضل و بہتر اور خلیفۃ اللہ کے لقب

مشرف ہونے۔ ورنہ دنیوی مال کے بارے میں واضح طور پر فرمادیا گیا کہ نبی کے مال کا کوئی وارث نہیں۔

کینونت

حضرات اولیائے کرام و پیران عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آیہ کریمہ یاایّھا الّذین اٰمنوا اتّقوا اللّٰہ وکونوا مع الصّادقین۔ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ) کی تفسیر میں کینونت دو قسم پر منقسم فرمائی ہے۔ ظاہری و باطنی۔

ظاہری تو اولیائے کرام کی مجالست و صحبت ہے۔ جیسا کہ مولانا روم کا قول ہے

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

او نشیند در حضور اولیاء

باطنی رابطہ قلب کے طریقے سے۔

نسبت رسالت

حضرات اولیائے کرام کو حضور انور سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت روحی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی کما حقہٗ تفصیل اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقالہ مبارکہ موسومہ اَلیَاقُوتَۃُ الوَاسِطَۃُ فِی قَلبِ عِقدِ الرَّابِطَۃِ۔ میں ہے جس کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ کُونُوا

مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے عملی نتیجہ کا نام قیام نسبت ہے جب تک کسی کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہ ہو ساتھ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی مناسبت کا دوسرا نام اصلاح طریقت میں **نسبت** ہے۔

ایمان وعقائد سے لے کر اعمال و کردار تک یہ عمل جاری وساری ہے، اگرچہ اس کی ابتدا زبان سے ہوتی ہے۔ پہلے دماغ متاثر ہوتا ہے۔ انتہا دل کی گہرائیوں میں جاگزین ہوتی ہے۔

یہ نسبت پیر سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہی نسبت بندۂ طالب کو تاجدار مدینہ سیاح لامکاں روح جان و ایمان روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتی ہے اور آگے بڑھ کر نسبت خداوندی میں داخل ہو جاتی ہے۔ ؎

ذرے مہر قدس تک ان کے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

فنائیت

بنابریں طریقت کے بنیادی اصول

(۱) فنا فی الشیخ

(۲) فنا فی الرسولؐ۔

(۳) فنا فی اللہ قرار پائے۔

یہ اشغال سہ گانہ اصل ہیں۔ ان کے علاوہ جو اشغال واذکار ہیں۔ وہ سب ان کے حواشی ہیں۔ ان سے بہتر اور برتر دنیا میں کوئی شغل نہیں ہے۔ اس

کی پوری پوری تائید مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل کلام سے ہوتی ہے جنہوں نے فنائیت کے تحت شیخ کو مظہرِ ذاتِ احمدی و مظہر ذاتِ حق سبحانہ تسلیم کرتے ہوئے فرمایا۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
گر جدا بینی زحق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را
گر بجوئی ذاتِ حق را صورتِ مرشد بیں
عاشقے شو ذاتِ حق را اندراں روشن بیں،

مگر اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے رابطہ قلب غایت درجہ کا ہونا ضروری و لازمی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے ،، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحْبِبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (مشکوٰۃ شریف) میرا بندہ مجھ سے بذریعہ عبادات نافلہ قربت حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ میں اُسے دوست بنا لوں۔ اور جب میں اسے دوست بنا لیتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

الغرض فنا کی کوئی اور حالت اس کے سوا نہیں ہے جو اس وقت حاصل
ہوتی ہے۔ جب طالب حق کے دل سے ماسوا اللہ محو ہو جائے اور روح مجردہ
جائے۔ اس کی کوئی خواہش آرزو، تمنا اور ارادہ دنیا و آخرت کی امیدوں سے
باقی نہ رہے۔ اس لئے کہ خواہش نفس کی اتباع و پیروی شرک خفی ہے۔ اور
آیہ کریمہ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَهٗ ھَوَاہُ اس پر گواہ صادق و
شاہد عادل ہے۔ صرف بُت پرستی ہی شرک نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہر وہ شئے
جسے ہر آن انسان کا دماغ تراشتا رہتا ہے اس میں داخل ہے ؎

می تراشد فکر ما ہر دم خداوندے دگر
رُست از یک بند تا افتاد در بندے دگر

جب تک ان غیر خدائی قوتوں کو لوح قلب سے پاک نہ کیا جائے
توحید خدا راسخ نہیں ہو سکتی۔

غیر حق یک ذرہ کان مقصود تست
تیغ لا بر کش کہ آں معبود تست

لوحِ تو پر از خیالاتِ جہاں
فکر و ذکر ش چوں شود در دل جہاں
لب بہ بند از گفتگوئے این و آں
تا بیابی نور حق در دل عیاں
چیست توحیدِ خدا آموختن
خویشتن را پیش واحد سوختن

توحید کشف رازِ نہانِ محمدؐ است
وحدت عیاں ز نام و نشانِ محمدؐ است

انسانِ کامل عالمِ کبیر ہے

انسان از روئے معنی عالم کبیر ہے۔ یعنی آئینہ جہاں نما ہے۔ سب جہان اُس کی فرع ہے (عالم غیب و شہادت ہے) ملکی اور بشری صفات اس میں بروجہ کمال پائی جاتی ہیں۔ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد اگر اس نے صفات حمیدہ اختیار کیں۔ ذکر و فکر حق اور معرفت الٰہی کی تحصیل میں ہی بیشتر مشغول رہا تو یہ فرشتوں سے بھی افضل ٹھہرا۔ کیونکہ وہ صفاتِ حیوانی خورد و نوش وغیرہ اور کدورتِ نفس سے مبرا ہیں۔ اور انسان ان صفات سے متصف ہے۔

صفات شیطانیہ

اگر انسان صفات ذمیمہ۔ کفر و شرک۔ خدا کی نافرمانی اور معصیت میں مبتلا ہوا۔ تو بلاشبہ شیطان کے زمرے میں داخل ہوا۔ فرمانِ حق ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا۔ بیشک شیطان اللہ تعالیٰ کا

نافرمان ہے۔ اور نیز لَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ۔ (سورہ اعراف) بیشک ان میں سے جو کوئی "اے شیطان" تیری اتباع و پیروی اختیار کرے گا تو میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

یہ سورہ اعراف میں شیطان سے مکالمہ ہے۔ لفظ شیطان شطن سے مشتق ہے جس کے معنی دوری کے ہیں۔ جو اطاعت حق سے دور ہوا اُسے شیطان کہتے ہیں۔ لہٰذا ایسا شخص بصورتِ انسان ہوتا ہے اور شیطان بالاتفاق کافر ہے۔

عبودیت تو یہ ہے کہ بندہ اپنے مولا کے لئے نفس کا دشمن ہو جائے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے پتہ چلتا ہے۔

(۱) اُقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِسَیْفِ الْمُجَاھِدَاتِ وَالْمُخَالِفَاتِ

اپنے نفس کو مجاہدہ و مخالفت کی تلوار سے قتل کر دو۔ نہ کہ اس کی پیروی کی جائے اور اس کا مطیع و فرمانبردار ہو جائے۔ شیخ محمود وراق علیہ الرحمتہ الرزاق فرماتے ہیں۔

تَعْصِی الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْھِرُ حُبَّہٗ
ھٰذَا مُحَالٌ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ
لَوْکَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَہٗ
فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ

محبت حق کا مقتضیٰ اطاعت حق کے سوا اور کیا ہے۔ اطاعت حق کی دلیل محبت ہے

اور اطاعت بغیر محبت محال ہے اور نفس کی اطاعت، نفس کی محبت اور حق کی نافرمانی کی دلیل واضح ہے۔

(۲) مَنِ اتَّبَعَ الْهَوٰى هَلَكَ وَخَابَ جس نے خواہش نفس کی پیروی کی وہ ہلاک وخراب ہوا۔ آیہ کریمہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ تحقیق نفس بدی کی طرف ہمیشہ ابھارتا رہتا ہے۔ اس لئے نفس عبادت کی ضد چاہتا ہے۔ جیساکہ آیت کریمہ میں ہے وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خواہش نفس کی پیروی ہرگز نہ کرو۔ وہ تمہیں سچے راستے سے گمراہ کردے گی ؎

رضاؔ نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

قرآن عزیز نے صرف یہی تعلیم نہیں دی کہ نفس کی پیدا کردہ خواہشوں کو چھوڑ دو بلکہ بتایا کہ ہر ایسا امر جو دل کے اطمینان وسلامتی اور روح کی استقامت کو نقصان پہنچائے ترک کردینا چاہیئے۔

مزید براں یہ کہ صرف دل ہی نہیں بلکہ تمہارے تمام قوٰی وحواس گناہ سے سلیم ومحفوظ رہنے لازمی ہیں اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ بیشک سننے اور دیکھنے کی قوتوں اور دل ان سب سے بازپرس ہے۔ چنانچہ محبوب کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کا مبارک ارشاد ہے۔ فَازَ مَنِ اصْطَفَى اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ وَاَعْطَاهُ قَلْبًا سَلِيْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَّ

نَفْسًا مُطْمَئِنَّةً وَّ طَبِيْعَةً ذَاكِيَةً وَاُذُنًا سَمِيْعًا وَعَيْنًا بَصِيْرًا (اوكما قال صلی اللہ علیہ وسلم) وہ شخص کامیاب ہوا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے خالص کر دیا اور اس کے قلب کو سلامتی اور زبان کو سچائی اور نفس کو اطمینان اور طبیعت کو استقامت عطا فرمائی اور سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں بنائیں ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

غفلت

(۱) جب انسان بالغ ہو کر خواہشات نفسانی کو پورا کرنے میں دن رات مشغول رہے تو اس کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے جسے قرآن عزیز نے رَین سے موسوم کیا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

(۲) جب انسان باطل خیالی اور بدکرداری میں زیادہ ترقی کرتا ہے تو یہ زنگ اس کے دل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ قرآن پاک کی اصطلاح میں اس حالت کو ختم۔ طبع کنان اور غشاوہ کہتے ہیں۔ ارشاد باری جل عزاسمہ ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہیں۔

(۲) روحانی سزا کا تیسرا درجہ اقفال ہے جس سے دل کے صحیح اوراکات اور پاکیزہ احساسات پر قفل لگ جاتا ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ یعنی دل مسخ ہو جاتا ہے۔

(۴) دل کی تاریکی روحانی سزا ہے~~ہے~~ کا آخری درجہ روحانی موت ہے۔ جس سے انسان کی روح نورانیت اور پاکیزگی کے اعتبار سے مر جاتی ہے اور اسے نیکی کی بجائے برائی ہی میں حظ حاصل ہونے لگتا ہے۔ قرآن کریم ایسے لوگوں کو مُردوں سے تعبیر کرتا ہے۔ فرمایا فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ٥

دلِ غافل

ایمان و ہدایت کا تعلق دل ہی سے ہے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ اور معرفت حق جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا۔ اسی سے متعلق ہے اور یہی محل انوار الٰہی ہے۔

جس دل میں یادِ محبوب نہ ہو۔ وہ مردہ ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مادام الارضین والافلاک) یوں وارد ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (بخاری و مسلم)

ذاکر اور غافل کی مثال ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ۔ ؎

زندگی کیا ہے محمد پہ فدا ہو جانا
موت کیا ہے اسی جذبے کا فنا ہو جانا

فضیلت ذکر و فکر

ذکر و فکر میں مداومت رکھنے والے کے لئے ارشاد رسالت ہے۔
وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ (مسلم) قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کی قدرت و قبضے میں میری روح و جان ہے اگر تمہارے اس ذکر و فکر میں ہمیشگی پائی جائے تو بلاشبہ تم سے تمہارے بستروں اور تمہاری راہوں میں فرشتے مصافحہ کریں۔

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے — اِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِّلْقَلْبِ (ترمذی) بلا ذکر حق باتیں بنانا قلب کو غافل بناتا ہے۔ لہذا انسان نے حسب با وجود علم و عقل، دانش و فکر کے اپنے تئیں محض کھانے پینے سونے اور شہوت رانی تک محدود رکھا تو ان حالات میں وہ حیوانوں اور درندوں سے بھی بدتر ہوا۔ جیسا کہ ارشاد باری عزاسمہ ہے۔ اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ وہ تو چار پاؤں سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔

بارِ امانت

انسان کو بزرگی و شرافت، برتری و افضلیت صرف بوجہ حامل ہونے امانت کے ہے۔ یہی معرفت حق اور درد عشق و محبت ہے۔ اللہ جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ________ اس لئے کہ معرفت الٰہی اور درد عشق و محبت کے مکلف نہ آسمان نہ زمین نہ پہاڑ باوجود اس قدر بلندی۔ وسعت اور مضبوطی کے ہو سکے۔ انسان ہی اس کا مکلف ہوا۔ کیونکہ یہ اصل جہان ہے اور وہ (آسمان۔ زمین۔ پہاڑ) اس کے فروع و اجزا ؎

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند (حافظ شیرازیؒ)

؎ اٹھا بارِ امانت اے ثریا جز بشر کس سے
یہ مشتِ خاک رازِ حق تعالیٰ کی امین نکلی

گو بظاہر جسمانی ساخت کے اعتبار سے انسان بہت ہی ضعیف ہے لیکن انوار و صفات حق کے پرتو کے اعتبار سے اس بارِ گراں کے اٹھانے میں سب سے پیش پیش رہا۔ اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔

کا تاج اس کے سر پر رکھا گیا۔

روح

انسان جسم و روح کے مرکب کا نام ہے۔ جسم مادہ ہے جس کا عالم سفلی سے علاقہ و تعلق ہے اور یہ اربعہ عناصر۔ آگ، پانی۔ ہوا۔ مٹی سے بنایا گیا ہے۔ یہ عناصر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

روح انسانی جس نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا عہد بَلٰی کے قول و اقرار کے ساتھ قبول کیا۔ عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے۔ روح غیر فانی اور اپنی ذات سے قائم ہے۔ مادہ کثیف چیز ہے اور روح نہایت ہی لطیف چیز ہے۔ جو اوصاف ربوبیت سے موصوف ہے۔ اسی واسطے نااہل سے اس کی حقیقت بیان کرنے کا حکم نہیں کیا گیا۔ چونکہ نفس و روح دونوں متضاد صفت رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان میں ہمیشہ کشمکش رہتی ہے۔ نفس کی غذا خواہشات نفسانی ہے جس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ روح کی غذا ذکر و فکر حق ہے۔ جس سے آگاہی ہوتی ہے۔ بھلے کام اس سے ہوتے ہیں۔ لہٰذا روح اور نفس میں جو بھی غالب آجاتا ہے دل اس کا ہی مطیع و تابع ہوجاتا ہے اور تمام اعضاء اسی حکم سے حرکت کرتے ہیں۔

چونکہ بچوں کی پرورش ہی کچھ اس انداز سے ہوتی ہے کہ بچپن سے لے نفسانی غذا ملنی شروع ہوجاتی ہے اس لئے جوان ہو کر خدا کی طرف سے غافل اور خواہشات نفسانیہ میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔

انسانی زندگی نہ صرف روح کا نام اور نہ صرف جسم کا بلکہ ان دونوں لطیف و کثیف عناصر کا ایک لاثانی امتزاج ہے۔ کوئی نظریہ حیات جو صرف روح یا صرف جسم کو لے کر آگے بڑھتا اور اسی پر ساری اور پوری توجہات صرف کر دینے کو انسانی ارتقا کی انتہائی معراج قرار دیتا ہو وہ نظریہ روح یا نظریہ جسم تو کہا جا سکتا ہے لیکن نظریہ حیات کبھی نہیں کہا جا سکتا۔

نظریہ حیات تو وہی آفتاب ہے جس کی ضوفشانی اور نورفشانی جسم سے متعلق تمام مسائل (مادی زندگی) پر بھی ہوتی ہے اور روح کے متعلق مسائل (روحانی زندگی) پر بھی۔

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔

اسلام میں رہبانیت نہیں۔ (الحدیث)

لہذا اسلامی تعلیم مادی ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔ خواہ ہفت اقلیم کی بادشاہی کیوں نہ ہو۔ مگر غفلت یا عن الحق کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ ارشاد باری ہے۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں خدا کی یاد سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کریں گے پس وہ لوگ گھاٹے میں رہنے والے ہیں"۔۔۔ بلکہ اسلام تمام دنیوی تعلقات کو رکھتے ہوئے خیالات میں یکسوئی اور خدا کی جانب کامل توجہ رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔۔۔۔۔

"دست بکار دل بیار" قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ کے ارشاد گرامی کے مطابق بندہ مومن کا

ہر فعل رضائے مولا کے لئے ہونا لازمی ہے۔ اس کی نماز بھی اللہ کے لئے ہے اور روزہ بھی اللہ کے لئے۔ اس کا دنیوی کاروبار۔ تجارت۔ کھیتی باڑی، نوکری ملازمت۔ حکومت۔ بیوی بچوں کی خدمت۔ حتیٰ کہ جینا۔ مرنا۔ الغرض ہر چھوٹا بڑا فعل اسی ذات کے لئے ہونا چاہیئے۔ اور اس میں نفس کا شائبہ بھی نہ ہو۔ دنیا کی جس قدر نعمتیں ہیں وہ سب انسان کے لئے ہیں تاکہ ان سے استفادہ کرتے ہوئے مقصدِ حیات (معرفت حق) کی تکمیل کر کے اس دنیا سے جو آخرت کی کھیتی ہے اس کے حضور میں بامراد و سرخرو ہو کر حاضر ہو۔ چنانچہ سورہ الرَّحْمٰن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی عطا کردہ نعمتوں کا ذکر فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ یہ ہدایت و ارشاد کا بہترین اسلوب ہے تاکہ سامع کا نفس متنبہ ہو کر اپنے جرم اور ناسپاسی کا حال معلوم کرے۔ اور ادائے شکر و طاعت کی طرف مائل ہو۔

روحانی عالم اور اس کی زندگی کی نسبت ارشاد باری جل جلالہٗ ہے۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ اور بے شک آخرت کا گھر (دار البقا) ہی زندگی ہے۔ اور اے کاش سارے لوگ جان سکتے۔ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ۔ بے شک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا مقام ہے۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور آخرت بہتر و باقی رہنے والی ہے

جو لوگ نفس امارہ کی ناواجب خواہشات کو کچل کر روحانی زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کی نسبت فرمایا۔ وہ زندہ ہیں۔ انہیں موت فنا کر ہی نہیں سکتی

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (سورہ بقرہ)

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مادہ اور حواس خمسہ چونکہ فانی ہیں۔ باقی کو نہ محسوس کر سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اسی واسطے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا حکم صادر ہوا۔ کیونکہ جس طرح حواس معقولات کو معلوم نہیں کر سکتے اسی طرح عقل بھی مکشوفات کو جان نہیں سکتی۔ کیونکہ جس کام کے لئے جو چیز بنائی گئی ہے اس سے وہی کام لیا جا سکتا ہے جیسا کہ کان سے دیکھنے کا اور زبان سے سننے کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ عقل اپنے وجود کا اثبات کرتی ہے مگر اپنی حقیقت نہ جان سکی اور نہ ہی بیان کر سکتی ہے
~~کا کام نہیں لیا جا سکتا عقل اپنے وجود کا اثبات کرتی ہے~~ ۔ پس یہ ظاہر ہے

ہر کہ بخود جاہل بغیر اجہل

؎

آنکہ خود را شناخت نتواند
آفریندہ را کجا داند
تو کہ در ذاتِ خود زبوں باشی
عارفِ کردگار چوں باشی

عقل

اب جو کوئی خدا کی ذاتِ پاک ہیں (جو عقل و فہم سے بالاتر ہے) اپنی عقل جزوی

سے غور کرنے لگے اور اس میں فکر کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ وہ بڑا خاطی اور ناقص ہے۔ پس انسان کو عقل کی وجہ سے شرافت اسی بنا پر حاصل ہے کہ وہ صانع کا اثبات کرتی ہے مگر اس سے تجاوز کرنا اس کی نہایت برائی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جب عقل ذات الٰہی کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ تو اس کے احکام اور اسرار و عجائب قدرت کو بھی نہ پا سکے گی۔ اس کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ بے چون و چرا ان کو مان لے اور اپنی عاجزی کا اعتراف کر کے اپنے مقام سے نہ بڑھے۔ اسلام و ایمان اسی کا نام ہے۔ نہ یہ کہ نام تو اسلام کا لیا جائے اور احکام الٰہی کے تسلیم کرنے میں تامل و تاویلات کو کام میں لا کر کمر پیدا کیا جائے۔

قال الرومیؒ ؎

خلق اطفال اند جز مست خدا
نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

قال اقبالؒ ؎

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اس لئے عقل کا سارا دار و مدار استدلال پر ہے اور یہ روشن ہے کہ دلائل عقلیہ کے ساتھ مطلوب حقیقی کی راہ کو طے نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ محقق معرفت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم ارشاد فرماتے ہیں۔

گر بہ استدلال کارِ دیں بدے
فخر رازی رازدارِ دیں بدے

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

خرد از دیدنِ احوالِ عقبے
بود چوں کور مادر زاد و نابینا

ورائے عقل طورے دار د انساں
کہ بشناسد بداں اسرار پنہاں

حقیقتِ دل

یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضرت حق جل مجدہٗ کی معرفت اس جزوی عقل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہذا طورِ عقل کے علاوہ ایک اور طور عنایت فرمایا گیا ہے جس کے ساتھ عقل سے چھپے ہوئے بھید پہچانے جا سکتے ہیں۔ اس کو مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ بعض محققوں نے چشم بصیرت طورِ کشف و عیاں اور بعض نے طورِ عشق اس کا نام رکھا ہے اور یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عشق حقیقی سے ہی یہ طور حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طور کے حصول کو ولادتِ ثانیہ یا نسبت کہتے ہیں۔ جیسا کہ کلام پاک میں اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وہ تزکیہ و تصفیہ قلب اور دوامی توجہ الی اللہ کا طریق ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام

واولیائے عظام رضوان اللہ علیہم ورحمۃ الملک العلام کا راستہ ہے جس کی پیروی کرنے کی ہمیں تلقین کی گئی اور ہم اپنی نماز پنجگانہ میں بارگاہ ایزدی میں اسی کی استدعا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے کرتے ہیں۔ مگر غور وفکر اور تلاش نہیں کرتے۔ فقط لفظوں کی ادائیگی وحرکات جسم تک ہی اسے محدود رکھتے ہیں۔ اسی لئے حدیث پاک مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی حقیقت سے ناآشنا رہتے ہیں۔ اس لئے کہ کسی چیز کا جاننا جب تک کہ جاننے والے کے نفس میں اس کا نمونہ نہ ہو محال ہے۔ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ اور عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ ورَاَیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِیْ وَبِقَلْبِیْ اس پر دال وشاہد ہے۔

یہ واضح امر ہے کہ حقائق کو وجود انسانی میں پانے والا فقط دل ہی ہے۔ جو محل انوار الٰہی اور معرفت حق کے نور کے ساتھ منور ہوتا ہے اور انسان کی انسانیت اسی کے ساتھ ہے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے۔ لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ مُّؤْمِنٍ اور فرمایا وَقَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ اَوْسَعُ مِنَ الْفَرْشِ وَالْکُرْسِیِّ۔ مِنَ الْعَرْشِ

قال مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ؎

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است

من نگنجم ہیچ در بالا و پست

در زمین و آسماں و عرش نیز

من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز

در دل مومن بہ گنجم اے عجب

گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

انسان چونکہ خلاصہ جہان ہے اور انسان کا خلاصہ قلب انسان ہے جو آئینہ ذات و صفات رحمٰن و رب کائنات و مسجد حقیقی و جلوہ گاہ خالق ارض و سما ہے۔ قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔ حضرت گرامی مولانا جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں ؎

دل یکے منظریست ربانی

خانۂ دیو را چہ دل خوانی

آنکہ دل نام کردۂ بمجاز

رو بہ پیش سگاں کو انداز

ایں گوہر بحر آشنائیست نہ دل

سرچشمۂ فیض کبریائیست نہ دل

القصہ بطول سخن در و کشید

مجموعۂ اسرار خدائیست نہ دل

مولانا فریدالدین عطار علیہ رحمۃ الملک الغفار بیان فرما رہے ہیں ؎

دل بمعنی جوہر روحانی است
دل نہ از جسم است ونہ جسمانی است

یہ جوہر نایاب بلا تلاش وغور وفکر وذکر حق کیسے میسر آسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

رحمتش عام ست بحر ہمگناں
لیک فضلش خاص بہر مومناں
چونکہ بے مثلیش را معترف متبلش
کے شوی از بحر فیضش مغترف

مولانا روم علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی ہے ؎

جہد کن تا تو بچشم خود عیاں
بے دلیل وبے اشارت بے بیاں
ہر کہ روئے یار در دنیا نہ دید
ہم نہ بیند رو بہ عقبیٰ اے مرید
علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود
اے کمان از تیرہا پر ساختہ
صید نزدیک است دور انداختہ

فرمان ذات ذوالجلال ہے مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔ جسے یہاں چشم بصیرت میسر نہیں وہ آخرت میں بھی بے بصر ونگراہ ہے

چونکہ اس راہ کا اصول دل کی صلاحیت ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ تمام مذموات دنیوی۔ حسد، بغض، کینہ، تکبر، حرص اور بخل وغیرہ سے پاک کیا جائے۔ دل کو مذموم خیالات، فاسد اعتقادات اور برے خطرات سے پاک و صاف رکھا جائے۔

ظاہری اصلاح سہل اور آسان ہے۔ اگرچہ جوارح کو نیک کام میں لگانا بدی سے بچانا ایک ہمت کا کام ہے مگر قلب سے رذائل دھو دینا اور فضائل سے آراستہ کرنا کارے دارد۔

بدن بھی تابع قلب ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَہِیَ الْقَلْبُ (بخاری، مسلم، ترمذی) دل بدن کا وہ ٹکڑا ہے کہ جب یہ ٹھیک ہو سب بدن درست ہے۔ اور جب اس میں زنگ پیدا ہو جائے سارے بدن میں فساد آجائے۔ درستی قلب اور صلاحیت دل کی اہمیت۔ احادیث کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ (بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے اعمال و صورتوں کو نہیں ملحوظ رکھتا وہ تو تمہارے دلوں کے اخلاص اور نیتوں کی سچائی کو ملاحظہ فرماتا ہے) نیز یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی نِیَّاتِہِمْ (لوگ اپنی نیت کے موافق میدان قیامت میں جمع کیے جائیں گے) سے واضح ہوتی ہے۔ ؎

ما بروں را ننگریم و قال را | ما دروں را بنگریم و حال را
ہر چہ در دنیا خیالت آں بود | تا ابد راہ ضلالت آں بود

جب دل دنیوی لذتوں اور شہوتوں ۔ ماکولات و مشروبات میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت کا اس پر پردہ پڑ جاتا ہے ۔ خواہش نفس اس پر غالب آجاتی ہے ہر طرف سے دل میں خطرات آنے شروع ہو جاتے ہیں جو دل کو سیاہ اور مکدر کر دیتے ہیں جب یہ سیاہ ہو جاتا ہے تو گویا مردہ ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح جس دل پر شیطان غالب آجاتا ہے وہ مردہ ہے ۔ رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۞ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت پتھر جیسے بلکہ اس سے بھی سخت تر ہو گئے ۔ بلاشبہ پتھروں میں ایسے بھی ہیں جس سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور پانی نکل آتا ہے اور ان میں وہ بھی ہیں جو خوف الٰہی سے گر جاتے ہیں اور حق عزجلالہٗ تمہارے کردار و اعمال سے بے خبر نہیں

؎ لوح دل از نقش شیطاں بشو

اے مدرس درس عشقے ہم بگو

چند چند از حکمت یونانیاں

حکمت ایمانیاں را ہم بخواں

دل منور کن بانوار جلی

چند باشی کاسہ لیس بو علی

صاحب ایماں ہماں باشد ہماں

کو نہ باشد غافل از دوستے یک زماں

آئینۂ دل چو شود صافی و پاک
نقش ہا بینی بروں از آب و خاک

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جامع صورت اور حقیقت کی نسبت فرماتے ہیں ؎

دَوَائُکَ فِیْکَ وَمَا تَشْعُرُ
وَدَائُکَ مِنْکَ وَمَا تُبْصِرُ

اے انسان تیری دوا تجھ میں ہے مگر تجھے خبر نہیں۔ اور تیری بیماری تجھ سے ہے لیکن تو دیکھتا نہیں۔

وَتَحْسَبُ اَنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ
وَفِیْکَ انْطَوَی الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ

اور تو اپنے آپ کو چھوٹا سا جسم خیال کرتا ہے۔ حالانکہ بہت بڑی دنیا تجھ میں سمائی ہوئی ہے۔

وَاَنْتَ الْکِتَابُ الْمُبِیْنُ الَّذِیْ
بِاَحْرُفِہٖ یَظْہَرُ الْمُضْمَرُ

تو وہ روشن کتاب ہے جس کے حروف سے تمام راز ظاہر ہوتے ہیں

فَلَاحَاجَۃَ لَکَ فِیْ خَارِجٍ
یُخْبِرُ عَنْکَ بِمَا سَطَرُ

پس تجھے باہر سے کسی کی حاجت نہیں جو تجھے کتاب مبین کے نوشتہ کی خبر دے
اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے جیسا کہ آگ کو پتھر اور لوہے میں روک رکھا ہے

جب دونوں کو آپس میں ٹکرائیں تو آگ نکلتی ہے ہر ایک سے جدا جدا ظاہر نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ عشق کا طور (جو صفائی کا طریقہ ہے) وجود انسانی کے اندر رکھا گیا ہے۔ جسم و جان کو آپس میں ٹکرائیں۔ تو وہ عشق کی آگ اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَی اللہِ ظہور میں آتی ہے۔ جسم و جان آپس میں ٹکرانے سے مراد محنت و ریاضت۔ مجاہدہ و مشاہدہ سے خطرات ماسوا کو فنا کرنا ہے۔

چہار مقامات

عالم بھی چار ہی مانے گئے ہیں۔

(۱) ناسوت (۲) ملکوت (۳) جبروت (۴) لاہوت

عالم ناسوت۔ نفس کی صفت ہے۔ اس کا فعل حواس خمسہ ہے جس میں آدمی نفس کی ہی متابعت میں لگا رہتا ہے اور بالآخر دوزخ میں جاتا ہے

عالم ملکوت۔ قدسیوں کا عالم ہے۔ ان کا فعل تسبیح تہلیل۔ قیام۔ رکوع اور سجود ہے۔ جب آدمی غفلت سے بیدار ہوتا ہے تو اس عالم میں پہنچتا ہے اور دل نعمائے جناں کی طرف مائل ہوتا ہے۔

عالم جبروت۔ یہ عالم روح ہے اس کا فعل صفات حمیدہ ہے جیسے ذوق و شوق۔ اشتیاق محبت اور وجد و سکر۔ حب المنان ان صفات سے متصف ہوتا ہے تو . . . .

عالم لاہوت میں پہنچتا ہے جو بے نشان عالم ہے اسی کو لامکان بھی کہتے ہیں یہاں پر گفتگو ہے نہ جستجو۔ لہٰذا روح کی متابعت سے قرب الٰہی

حاصل ہوتا ہے۔ وجد و سکر اور جذب کے بغیر مقام عشق کو کسی نے بھی طے نہیں کیا۔ چنانچہ شیخ عطار علیہ رحمۃ اللہ الغفار کا ارشاد ہے۔

تا نہ گردی بے خبر از جسم و جان
کے خبر یابی نشان از بے نشان

حضرت عارف رومی فرماتے ہیں ؎

از خودی بگذر کہ تا یابی خدا
فانی حق شو کہ تا یابی بقا
گر ترا باید وصال راستین
محو شو واللہ اعلم بالیقین

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس جہان میں اپنا نائب و خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ مگر ہم نفس و شیطان کی پیروی کر کے خواہشات و منکرات میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر آدمی اتباعِ ہویٰ (خواہش) نہ کرے تو انسان نہیں فرشتہ بلکہ ان پر بھی فضیلت رکھتا ہے۔

اس ضمن میں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ انسان کی تکوین میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو متضاد قوتیں رکھی ہیں۔ قوت خیر اور قوت شر۔ یعنی نیکی اور بدی کا مادہ تاکہ ان کے تصادم سے کمال انسانیت کا ظہور ہو۔ جس طرح دن کی قدر رات سے ہے۔ صحت کی بیماری سے۔ تونگری کی غربت سے۔ ظلمت کی روشنی سے۔ ایمان کی کفر سے۔ اسی طرح نیکی کی قدر بدی سے ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو فرشتوں کی موجودگی میں بنی آدم کو وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کا تاج پہنا کر اس

عالم ناسوتی میں بھیجنے کی حکمت و بھید کیونکر سمجھ میں آتا۔ اس لئے کہ اگر کوئی مخلوق اپنے خدا کی عبادت بلا روک ٹوک کر سکے تو کونسا بڑا کمال ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ انسان با وجود خیالات کے تزاحم تصادم۔ مخالف جذبات و خواہشات کے نفس کی کشاکش اور سرکشی کو پامال کر کے پھر خدا کی طرف جھکے۔ یہ بات فرشتوں میں نہیں ہے کیونکہ وہ خیر محض ہیں۔ لَا یَعْصُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ (وہ خدا کی نافرمانی کرتے ہی نہیں) ان کی شان میں وارد ہے اس لئے انسان کو ان پر فضیلت دی گئی ہے ورنہ کجا وہ نورانی مخلوق اور کہاں یہ خاکی انسان جس کی کلاہِ افتخار کا ایک پھاگر اَحْسَنِ التَّقْوِیْم ہے تو دوسرا اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ ہے۔

تقرب الٰہی معرفت حق اور عبادت و ریاضت سے دور رکھنے والا انسان کا ازلی دشمن شیطان ہے جو نفس کے ذریعہ تواسے عملیہ پر اپنا اثر ڈالتا ہے اس لئے انسان کو بہتری اور سعادت دارین حاصل کرنے کے لئے تقاضائے عقل و دانش یہ ہی ہے کہ نفس کے منہ میں تقویٰ کی لگام دی جائے۔ اس طرح کہ نفس کو تمام شہوتوں اور لذتوں سے روک دیا جائے۔ دوم یہ کہ اس پر عبادت کا بوجھ بہت سا لاد دیا جائے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔ اُقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِسَیْفِ الْمُجَاھِدَاتِ وَالْمُخَالِفَاتِ کیونکہ اس کی فطرت میں ہے کہ انسان کو ہمیشہ برائیوں کی طرف ابھارتا ہے۔ جس پر آیہ کریمہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ شاہد ہے۔

غرضِ ارادت

پس جاننا چاہیئے کہ پیری مریدی کی غرض و نہایت حصولِ نسبت ہے تاکہ ہمیں بھی حضور انور محبوب رب اکبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وہ نسبت اور محبت حاصل ہو جائے جو حضرات صحابہ کرام کو حاصل تھی۔ اسی واسطے حضرات اولیائے کرام و پیران طریقت نے ذکر اذکار، اشغال و اوراد کے چلات و ہیئات مقرر کئے ہیں۔ کیونکہ حضرات صحابہ کرام کو بسبب صفائیٔ قلب اور حضوری حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تحصیل کی نسبت میں ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی۔ بخلاف متاخرین کے کہ ان کو بوجہ بُعدِ زمان کے حاجت ہوئی بعینہٖ جیسا کہ صحابہ کرام کو قرآن و حدیث کی تفہیم میں قواعد صرف و نحو کی حاجت نہ تھی۔ بخلاف متاخرین کے کہ ان کو اس کی حاجت تھی۔ ؎

بر نویس احوال پیر راہ دان!
پیر را بگزین و عینِ راہ دان

پیر باشد نردبان آسمان
تیر پیران از کہ گردد از کمان

پیر را بگزین کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد
او ز غولان گمرہ و در چاہ شد

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر
گر ہمی خواہی کہ یابی ایں نشان
سر بنہ بر خاکپائے کاملاں
چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
ہم چو موسےٰ زیرِ حکمِ خضر رَو
خاک شو در پیشِ شیخِ باصفا
تا ز خاکِ تو بروید کیمیا!
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
گر خدا خواہی خدا جوئی بکن
ور نمی جوئی مخواں اسمِ کہن
اسم گر خوانی مسمّیٰ را بجوے
بے مسمّیٰ اسم کے باشد نکوے

توجّہ پیر کامل

پیر کامل کی توجہ ناقص کو شرف نسبتِ رسالت سے سرفراز کر دیتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف و مفتخر کر دیتی ہے اسرار و رموز یزدانی پیر کی توجہ سے منکشف ہو جاتے ہیں۔ معارف و غوامض

پیر کامل کے صدقہ میں طالب پرواز ہو جاتے ہیں۔
حضرت شیخ المشائخ نورالعلمین، شمس المنورین، سید المتاخرین، سندالعارفین حبیب اللہ الغفور، تاج الاولیا، حضرت شاہ محمد عبدالشکور روحی فداہ کے ایک مرید نے سرِ محفل اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کی تفسیر چاہی آپ نے فرمایا کہ یہ تیرا سوال عوام کے سامنے پوچھنے والا نہ تھا۔ اگر مجلس عام ہے تو ہوا کرے۔ صرف تو ہی غور سے سن کر آپ نے دو گھنٹے تک تشریح فرمائی۔ لطف یہ ہے کہ صرف سائل کے سوا دوسرے حلقہ بگوشان سلسلہ عالیہ اور دیگر غیر مریداں کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس مرید پر آپ کی نظر شفقت تھی۔ اس کی غیر حاضری کو آپ محسوس فرمایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد وہ مرید بیمار ہو گیا اور دوران علالت اس مرید نے دیکھا کہ:-

"صبح کا وقت ہے میں ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہوا ہوں اور داہنی طرف کونہ کے نزدیک کھڑا ہو گیا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے میں دیکھتا ہوں کہ کمرہ میں جتنے لوگ ہیں وہ سب میں ہی ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جرم کیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو گرفتار کر لیا اور قاضی کے سامنے پیش کیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قاضی میں ہی ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ سفارش کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آزاد ہونے والا میں ہی ہوں (یعنی نظارہ کنندہ، خود مجرم، گرفتار کنندہ، قاضی، سفارش کنندہ اور آزاد ہونے والا سب میں ہی ہوں)"

صحت یاب ہونے کے بعد وہ مرید شرف زیارت سے مستفیض ہوا اور اپنا خواب بیان کیا حضور تاج الاولیاء روحی فداہ ہنسے اور فرمایا تمہیں اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ ۔ کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ تمہیں اس کے راز سے آگہی حاصل ہوجائے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے ۔

تو بمعنی جان جملہ عالمے
ہر دو عالم خود توئی بنگر دمے

تو بمعنی برتری از انس و جان
ہرچہ بینی خود توئی بنگر بدان

درحقیقت خود توئی ام الکتاب
خود زخود آیات حق را بازیاب

صورت نقش الٰہی خود توئی!
عارف مرشد کماہی خود توئی!

از کمال قدرتش بین بیشکے!
کو دو عالم را نماید در یکے

نقش آدم را رقم نوعے زند
کو دو عالم را ازو پنہاں کند

(راوی علی نثار خاں) مرید حضرت تاج الاولیاء قدس سرہٗ

نیز راوی موصوف نے بیان کیا حضور تاج الاولیاء قدس سرہٗ کے اس ارشاد کے بعد حاضرین مجلس کو سرِ مکتوم لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ سمجھ میں آگیا ۔

حُبِّ وطن

جاننا چاہیئے کہ یہ وجود جو ہم کو عطا ہوا ہے ایک مکان کی طرح ہے جو نور و ظلمت دونوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں طرح طرح کے پردوں سے روح کو اغیار کی آنکھوں سے چھپایا گیا ہے۔

اس نے اپنی حکمت قدرت سے روح کو جو سماوی اور عالم غیب سے ہے اور نفس کو جو کہ ارضی اور عالم شہود سے ہے اکٹھا کر دیا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ نفس کثیف کو اسی قفس وجود میں بیکار رہنے دے اور روح جو عالم بالا کی چیز ہے اس کا علاقہ و تعلق اور رجحان اپنے اصلی وطن ہی کی طرف رکھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے جسے حبِ وطن نہیں اس کو ایمان نہیں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ

تن چو از خاک است او را خاک گردیدن رواست
روح چون از افلاک است او را بر فلک باید نہاد

آدمی کا دل ایک آئینہ ہے جو جسم کے مکان میں رکھا ہوا ہے۔ اس مکان جسم کے پانچ روشندان (حواس خمسہ) ہیں۔ یعنی باصرہ (دیکھنا)، سامعہ (سننا)، شامہ (سونگھنا)، ذائقہ (چکھنا)، لامسہ (چھونا) ان حواسوں کے روزنوں سے آئینہ دل مکدر و خراب ہو جاتا ہے۔ جب توجہ الی اللہ کی جاتی ہے تو وہ عکوس و نقوش سامنے آجاتے ہیں اور اس کام کے مانع و خارج ہوتے ہیں۔

اس واسطے طالبان صادق کو چاہیئے کہ محسوسات کی روشنی مکان جسم کے روزن ہائے حواس خمسہ سے آئینہ باطن (دل) پر نہ آنے دیں اور اس کو داغدار نہ ہونے دیں

نفس کی شرارتیں ایسی باریک ہوتی ہیں کہ بڑے بڑے صاحب علم و عقل اس کے جال میں پھنس کر جادۂ حق سے دور جا پڑتے ہیں۔ البتہ جس کا دل ذکر و فکر حق سے متاثر و منور ہو جاتا ہے تو اس کے پرتو سے نفس کا زور بھی گھٹ جاتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الرَّؤُفِ الرَّحِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْكَرِيْمِ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِيَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

(ختم شد)

نحمدہ ونستعین ونصلی ونسلم علی النبی الامین

تصوف کے بعض اہم مسائل پر یہ مختصر مقالہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت سراپا برکت پیر غلام محمد صاحب شکوری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی معلومات کا حسین مجموعہ راہ سلوک پر گامزن ہونے والوں کو نفع پہنچانے کے لئے منظر عام پر پیش فرما کر احسان فرمایا۔ منزل سلوک کے رہ نوردوں کے لئے استفادہ کا بہترین موقعہ ہے۔ میری دعا ہے کہ حضرت حق جل مجدہ لوگوں کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ؛

❊

(لاہور آرٹ پریس لاہور)